مروجہ پیشہ وکالت کی شرعی حیثیت
عصر حاضر کے تناظر میں

ڈاکٹر سید عبدالمالک آغا*

ملخص:

سوال یہ ہے کہ کیا وکـالۃ بـالخصومۃ بطور ایک پیشہ وکاروبار وطریقہ اکتساب رزق شرعاً جائز ہے؟ کیا یہ پیسہ صرف مغربی نظام عدل کے توسط سے رواج پذیر ہوا ہے یا اسلامی نظام عدل کی کسی تاریخ میں بھی وکـالۃ بـالخصومۃ بطور ایک پیشہ ثابت ہے؟ کیا اس قانونی پیشے کے ہوتے ہوئے اسلامی نظام عدل وقضاء کا قیام ممکن ہے؟ کیا مذکورہ طریقہ وکالت اصلاح طلب ہے یا اس کو جڑ سے اکھاڑنے کی ضرورت ہے؟ اگر اصلاح طلب ہے تو اس کی خامیاں دور کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس کا انسداد ضروری ہے تو اس پیشے کے خاتمہ کی صورت میں اس کا متبادل نظام کیا ہوگا؟

واضح رہے وکالت عمومی اور پیشہ ورانہ وکالت میں فرق ہے وکالت عمومی (غیر پیشہ ورانہ) تو قرآن حکیم، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ چنانچہ وکالت عمومی کے جواز کے لئے قرآن مجید کے دو مقامات بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتے ہیں (۱) حدیث میں بھی وکالت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مختلف کتب احادیث میں وکالت سے متعلق متعدد ابواب ملتے ہیں مثلاً امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں کتاب الوکالۃ کے تحت سولہ (۱۶) باب باندھے ہیں اور اکیس (۲۱) احادیث بیان فرمائی ہیں (۲) علاوہ ازیں وکالت عمومی اجماع امت سے بھی ثابت ہے (۳) یہاں وکالت عمومی کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ زیر بحث موضوع سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اصل عنوان مروجہ پیشہ وکالت ہے جو تحقیق طلب ہے۔

پیشہ وکالت:

قانونی پیشہ وکالت کے جواز اور عدم جواز سے متعلق عصر حاضر کے علماء وفقہاء اور ماہرین قانون کے درمیان

---

*اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔علماء اور مذہبی اسکالرز کی ایک جماعت کے خیال میں پیشہ وکالت اصلاح طلب ہے۔اس وقت اس میں جو خامیاں پائی جاتی ہیں انہیں اگر دور کیا جائے تو اس قانونی پیشے کے ہوتے ہوئے بھی عدل وقضاء کے تقاضے پورے ہوسکتے ہیں۔جبکہ اس کے علی الرغم ایک طبقہ ان جید علماء وفقہاء اور اسلامی ماہرین قانون کا ہے جن کے نزدیک مذکورہ پیشہ وکالت کی اصلاح قطعاً ناممکن ہے۔اس کو جڑ سے اکھاڑنے کی اشد ضرورت ہے۔

پہلا مکتب فکر:

جو لوگ مروجہ پیشہ وکالت کے جواز کے حق میں ہیں وہ لوگ اسلامی فقہ کی حسب ذیل عبارت کا حوالہ دیتے ہیں:

یجوز التوکیل بالخصومة فی اثبات الدین والعین وسائر الحقوق برضاالخص (۴)

دین، اشیاء اور جملہ حقوق میں مخالف فریق کی رضامندی سے وکالہ بالخصومہ جائز ہے۔

علاوہ ازیں وہ قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

ولاتکن للخائنین خصیما(۵)

خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑیئے۔

پس پیشہ وکالت شرعاً ناجائز نہیں بلکہ کسی حد تک مظلوم کی اعانت ہے۔اس لحاظ سے وکلاء کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھیں:

وکلاء کے حقیقی فرائض:

۱۔ عدالت کے کردار کی ادائیگی میں معاونت کرنا یعنی عدل کی بنیاد پر مصالحت مابین فریقین۔

۲۔ فصل خصومات اور تشریح قانون میں معاونت کرنا۔

۳۔ خائنین کی وکالت قبول کرنے سے انکار کے ذریعہ معاشرہ میں دیانت داری کو فروغ دینا اور نتیجتاً باطل دعاوی اور کثرت نالشات کی روک تھام کا ذریعہ بننا۔

۴۔ مظلوم کی امداد اور ظالم کی مخالفت کے ذریعۂ صاحب حق کا حق دلوانا اور غاصب کو عدالتی استقراء حق کے ذریعہ مظلوم کا حق دینے پر مجبور کرنا۔

۵۔ اپنے حقوق سے ناواقف افراد معاشرہ کی طرف سے وکالت کر کے ان کو استحصال سے تحفظ فراہم کرنا۔

۶۔ اپنے حلقہ کار میں صحیح رائے کے ذریعے عوام میں اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کا شعور بیدار کرنا۔(۶)

غیر مستحسن وکالت:

اسلامی نظریاتی کونسل کے جو اراکین پیشہ وکالت کی اصلاح کے حق میں ہیں۔ انہوں نے پیشہ وکالت کو غیر مستحسن قرار دیا۔ ان کے خیال میں اس وقت پیشہ وکالت میں جو خامیاں پائی جاتی ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہیے چنانچہ انہوں نے حسب ذیل خامیوں کی نشان دہی کی:

(۱) جھوٹی گواہی اور پیشہ ور گواہ :

''کونسل کے خیال میں پیشہ وکالت اصلاً درست ہے مگر اپنے وصف (Attributes) کے اعتبار سے خراب ہے مثلاً اس میں مقدمہ جیتنے کے لئے گواہوں کو جھوٹ کی تلقین (Tutoring) ہوتی ہے۔ غلط دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے جھوٹے اور پیشہ ور گواہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں''۔(۷)

(۲) طویل مقدمہ بازی:

فریقین مقدمہ اور وکلاء بلاضرورت مقدمے کی تاریخیں لیتے ہیں جس سے عدل رسانی میں تاخیر واقع ہوتی ہے۔ حالانکہ طویل مقدمہ بازی شریعت اسلامیہ کی رو سے سراسر ناجائز ہے اگر قاضی بلاوجہ دیر میں فیصلہ کرے تو وہ گناہ گار ہے' ایسے قاضی کو معزول کر کے سزا دی جائے گی۔ الغرض قاضی اخلاقی اور قانونی طور پر پابند ہے کہ مقدمات کو فیصلہ کرنے میں بلاضرورت تاخیر سے کام نہ لے۔(۸)

(۳) زیادہ مقدمات کا لینا :

پیشہ وکالت کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ وکلاء اپنی استطاعت سے زیادہ مقدمات لے لیتے ہیں چنانچہ زیادہ مقدمات لینے کے سبب وکلاء اکثر سب مقدمات کی تیاری صحیح طریقے سے نہیں کر سکتے۔ نتیجتاً یا تو تاریخ لی جاتی ہے یا صحیح طور پر دلائل پیش نہیں کئے جا سکتے۔ اس طرح موکل کی حق تلفی روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔(۹)

(۴) وکالت کی فیس :

کونسل کے نزدیک پیشہ وکالت مغربی ''نظام عدل'' کا ایک حصہ ہے جس سے صرف امراء کا طبقہ ہی استفادہ کر سکتا ہے جبکہ غریب طبقہ سستا حصول انصاف سے محروم رہتا ہے اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ پیشہ وکالت کو ایک عام آدمی کی مدد کے قابل بنانے کے لئے بلا فیس مشورہ اور پیروی کا انتظام کرے۔(۱۰)

الغرض جو اراکین کونسل پیشہ وکالت کی اصلاح کے قائل ہیں انہوں نے مندرجہ بالا خرابیوں کی اصلاح کے لئے اپنی سالانہ رپورٹ ۷۸۔۱۹۷۷ء میں حسب ذیل سفارشات کی تھیں:

وکلاء کے لئے اصلاحی تجاویز :

(الف) حکومت صوبائی اور مرکزی بار کونسلوں اور بار ایسوسی ایشن سے اسلامی نقطۂ نگاہ سے اصلاحی تجاویز طلب کر کے ان پر عمل درآمد کرے تاکہ وکلاء کی کارگذاری امانت' راست بازی اور حق پسندی کا انعکاس لازمی طور پر ہو سکے کیونکہ وکیل کا حقیقی منصب قضاء اور عدل میں عدالت کی معاونت کرنا ہے۔

(ب) ریڈیو اور ٹی وی سے پیشہ وکالت سے منسلک اصحاب کے لئے اصلاحی پروگرام نشر کئے جائیں۔

(ج) بار رومز میں پیشہ وکالت سے متعلقہ موزوں و برمحل آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتبات آویزاں کئے جائیں۔

(د) وکلاء کی کردار سازی کی اشد ضرورت ہے لہذا وکلاء کے لئے ایک حلف نامہ تجویز کیا گیا اور طے پایا کہ ایسا حلف اٹھانے کا اہتمام متعلقہ بار کونسل کرے۔(۱۱)

وکلاء اور علماء کا تعاون :

اس موقعہ پر کونسل کی رائے میں ..... ہمارے بیشتر وکلاء عربی سے ناواقف اور قوانین شریعت سے نابلد ہیں۔ وہ اردو انگریزی تراجم کی مدد سے کچھ دور چل تو سکتے ہیں مگر اصلی مآخذ اور کثیر قانونی اور فقہی ادب ان کے لئے ایک راز سربستہ سے کم نہیں۔ یہی حال ہمارے عدالتی افسروں کا ہے ...... اس لئے کونسل پرزور سفارش کرتی ہے کہ عدالتوں میں وکلاء کے علاوہ مستند مذہبی مدارس کے فارغ التحصیل اور فاضل علماء کو بھی پیروی مقدمات کی اجازت ہونی چاہیئے (۱۲) اس کے علاوہ کونسل کی رائے میں عربی کی ترویج بھی ناگزیر ہے۔(۱۳)

دوسرا مکتب فکر :

عصر حاضر کے علماء وفقہاء اور اسلامی ماہرین قانون پر مشتمل ایک طبقہ ایسا ہے جس کے نزدیک وکالۃ بالخصومۃ بطور ایک پیشہ وکاروبار شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے۔ ان کے خیال میں پیشہ وکالت سرمایہ دارانہ نظام کا حصہ ہے۔ یہ پیشہ صرف مغربی نظام عدل کے ساتھ ساتھ رواج پذیر ہوا ہے۔ پچھلی بارہ صدیوں میں اسلامی نظام عدالت میں اس قانونی پیشے کا وجود نہیں تھا۔ اس لئے بطور ایک پیشہ اور ایک ذریعہ اکتساب رزق کے اسکا شرعی جواز بالکل نہیں ہے۔ ان کے خیال میں مروجہ پیشہ وکالت کی اصلاح چونکہ ناممکن ہے اس لئے اسلامی نظام عدل کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ اس پیشہ کو بتدریج

ختم کر دیا جائے۔ تا کہ اسلامی قانون اپنی صحیح اسپرٹ کے ساتھ جاری ہو سکے۔

مروجہ پیشہ وکالت کے جواز سے متعلق جو دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ وہ ناکافی اور وضاحت طلب ہیں چنانچہ سید سیاح الدین کاکاخیل اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:

''عموماً پیشہ وکالت کو شرعاً جائز قرار دینے کے لئے فقہاء کرام کی یہ عبارت پیش کی جاتی ہے الوکالتہ بالخصومۃ جائزہ برضاء الخصم لیکن اس مسئلہ کے بارے میں عرض کروں گا کہ فقہی کتابوں میں صرف اتنی عبارت نہیں ہوتی۔ اور نہ اس سے وکالت کا بطور ایک مستقل پیشہ کے جواز ثابت ہوتا ہے۔ ہدایہ مصری فتح القدیر ص ۵۵۹' ردالمختار شامی ج ۴ ص ۵۵۵۔۵۵۶ عالمگیری' فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۶ ص ۵۵۹ اور دوسری تمام کتب فقہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ اس مسئلہ وکالۃ بالخصومۃ کے بارے میں تفصیل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی مدعی اپنے کسی حق کے اثبات ومطالبہ کے لئے قاضی کے ہاں دعویٰ کرنا چاہے یا کسی مدعا علیہ کو جواب دعویٰ کے لئے مجلس قضا میں حاضر ہو کر جواب دینا ہو۔ تو جس طرح یہ دونوں خود جا سکتے ہیں اسی طرح وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا کر بھیج سکتے ہیں۔ یعنی مدعی کی جگہ وکیل دعویٰ دائر کرے اور مقدمہ کی باقی کاروائی چلائے یا مدعا علیہ کے بجائے اس کا وکیل مجلس قضاء میں جا کر دفع دعویٰ کرے اور ساری کاروائی آخر تک چلائے اور ہر ایک کے مقابل خصم نے اس توکیل پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو یہ توکیل بالخصومۃ جائز ہے لیکن اگر مدعی کی توکیل پر مدعا علیہ نے اور مدعا علیہ کی توکیل پر مدعی نے اعتراض کیا ... تو ایسی صورت میں کہ مقابل خصم توکیل بالخصومۃ پر راضی نہ ہو تو حضرت امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق توکیل بالخصومۃ نہیں ہو سکے گی۔ ایسی صورت میں خود مدعی کو دعویٰ کرنا اور مدعا علیہ کو جواب دعویٰ پیش کرنا ضروری ہوگا'' (۱۴)

موصوف نے پیشہ وکالت پر تنقید کرتے ہوئے آگے لکھا ہے:

''الغرض یہ متعارف وکالت بطور ایک پیشہ کے کبھی نہیں رہی اور کسی فقہ کی کتاب میں یہ پیشہ ورانہ وکالۃ بالخصومۃ جائز نہیں ہے۔ دراصل یہ پیشہ صرف مغربی نظام عدل کے ساتھ ساتھ جو اپنے اکثر اجزاء اور طریق کار کے اعتبار سے نظام جور وظلم ہے' رواج پذیر ہوا ہے۔ اس لئے بطور ایک پیشہ اور ایک ذریعہ اکتساب رزق کے اس کا شرعی جواز بالکل نہیں ... اگر مستقل اس قسم کے پیشہ ور وکلاء (خواہ موجودہ قانون دان ہوں خواہ کوئی مفتی مولوی یا مولانا) موجود ہوں ...

تواس طریقہ سے عادلانہ نظام قائم نہیں ہو سکے گا بلکہ اس طرح اسلامی نظام اور اسلامی قانون اور بدنام ہوگا''(۱۵)

یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ متعارف پیشۂ وکالت حصول انصاف کا ذریعہ نہیں ہے۔ ایک وکیل کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس کا موکل مجرم ہے یا بے گناہ۔ اس کا مطمع نظر فیس ہے۔ جس فریق نے اس کو فیس دی ہو۔ اسی کی حمایت وکیل اپنا فرض سمجھتا ہے۔ بقول ابوالاعلیٰ مودودی:

''ایک وکیل اپنی قانونی مہارت کو لے کر بازار میں بیٹھ جاتا ہے اور تیار رہتا ہے کہ جس مقدمہ کا جو فریق بھی اس کے دماغ کا کرایہ ادا کرنے کے لئے تیار ہو اس کے حق میں وہ قانونی نکات سوچنا شروع کر دے۔ اس کو اس سے کوئی بحث نہیں ہوتی کہ میرا موکل حق پر ہے یا باطل پر' مجرم ہے یا بے گناہ' اپنا حق لینا چاہتا ہے یا دوسرے کا حق مار کھانا چاہتا ہے۔ اس کو اس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کہ قانون کا منشاء در حقیقت کیا ہے۔ ــــــــ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس شخص نے مجھے فیس دی ہے اور میرا کام اس کی حمایت کرنا ہے۔ اس لئے وہ مقدمہ کو چھیل بنا کر قانون کے مطابق ڈھالتا ہے' کمزور پہلوؤں کو چھپاتا ہے' موافق پہلوؤں کو ابھارتا ہے' روداد مقدمہ اور شہادتوں میں سے چن چن کر صرف وہ چیزیں نکالتا ہے جو اس کے موکل کی تائید میں ہوں' گواہوں کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مقدمہ کی صحیح واقعات۔ اگر وہ اس کے موکل کے خلاف پڑتے ہوں۔ روشنی میں نہ آ سکیں یا کم از کم مشتبہ ہو جائیں' ــــــــ اب خواہ کوئی حقیقی مجرم چھوٹ جائے یا کوئی واقعی بے گناہ پھنس جائے ــــــــ وکیل اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ وہ حق کی حمایت کرنے اور انصاف کرانے کے لئے وکالت خانے میں نہیں بیٹھتا۔ اس کا مقصد ہوتا ہے روپیہ۔ جو اسے روپیہ دے وہی حق پر ہے خواہ وہ مقدمہ کا ایک فریق ہو یا دوسرا فریق''۔(۱۶)

آگے موصوف نے پیشہ وکالت کے خطرناک نتائج کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ اس پیشۂ وکالت نے صرف ہمارے نظام عدل وانصاف کو سخت نقصان ہی نہیں پہنچایا ہے' اور صرف اتنا ہی نہیں کیا ہے کہ ہماری سوسائٹی میں قانون کی پیروی کے بجائے اس کی خلاف ورزی کو وسعت وطاقت بخشی ہو' بلکہ اس کا نقصان ہماری پوری اجتماعی زندگی میں پھیل گیا ہے' اور ہماری سیاست بھی اسی کی وجہ سے گندی ہو کر رہ گئی ہے۔ زبان اور ضمیر کا تعلق منقطع کرنے کی مشق آپ کے کالجوں کی مجالس مباحثہ سے شروع ہوتی ہے۔ یہاں ایک بولنے والے کی اصل خوبی یہی سمجھی جاتی ہے کہ وہ مسئلہ زیر بحث کے دونوں پہلوؤں کی حمایت

میں یکساں زور کے ساتھ بول سکے، اور جس جانب سے بھی کھڑا ہو جائے دلائل کے انبار لگا دے خواہ اس کی ذاتی رائے اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو'۔ (۱۷)

پیشہ وکالت کا انسداد :

علماء اور فقہاء کا ایک طبقہ مروجہ پیشہ وکالت کی بیخ کنی کے حق میں ہے چنانچہ ابوالاعلیٰ مودودی کا تعلق بھی اس طبقے سے ہے جیسا کہ اس نے لکھا ہے:

''اولین اصلاح طلب معاملہ پیشہ وکالت کا ہے جو موجودہ عدالتی نظام کی بدترین خرابیوں میں سے ایک بلکہ شاید سب سے بدتر چیز ہے۔ اخلاقی اعتبار سے اس کے جواز میں ایک حرف نہیں کہا جا سکتا۔ عملی حیثیت سے عدالتی کام کی کوئی حقیقی ضرورت ایسی نہیں ہے جو اس کے بجائے کسی دوسرے مناسب طریقہ سے پوری نہ کی جا سکتی ہو۔ اور اسلام کے مزاج سے یہ پیشہ قانون بازی اس قدر بعد رکھتا ہے کہ جب تک یہ پیشہ جاری ہے ہماری عدالتوں میں اسلامی قانون اپنی صحیح اسپرٹ کے ساتھ جاری ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر کہیں خدائی قانون کے ساتھ یہاں وہ بازی گری کی گئی جو انسانی قانون کے ساتھ روز کی جا رہی ہے تو عجب نہیں کہ ہم انصاف کے ساتھ ایمان بھی کھو بیٹھیں۔ لہٰذا یہ نہایت ضروری ہے کہ اس پیشہ کو بتدریج ختم کر دیا جائے''۔ (۱۸)

مولانا ظفر احمد تھانوی نے بھی سالہا سال قبل وکالۃ بالخصومۃ کو ناجائز قرار دیا تھا اور اس کے انسداد پر زور دیا تھا۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

''۔۔۔۔۔ ہم پورے یقین کے ساتھ اس بات کو جانتے ہیں کہ اگر وکالۃ بالخصومات کا یہ موجودہ دروازہ بالکل بند کر دیا جائے اور فیصلہ کرنے والے قاضی حضرات مدعی اور مدعا علیہ کا کلام بلا واسطہ خود ان کی زبان سے سنیں اور گواہی دینے والے خود براہ راست ان کے سامنے گواہی دیں اور وکلاء حضرات گواہوں کو اپنی پٹی نہ پڑھایا کریں تو قاضیوں کے سامنے جب مقدمات پیش ہو جائے تو پہلے ہی دن اس مقدمہ میں حق واضح ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اور اصل فقیہ وہ ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کے حالات کو دیکھ کر اور ان کو پیش نظر رکھ کر احکام بتا دیا کرے (یعنی فقاہت کا یہی تقاضا ہے کہ وکالۃ بالخصومۃ کو ناجائز قرار دیا جائے)''۔ (۱۹)

حاصل کلام یہ کہ دوسرے مکتب فکر کے علماء و فقہاء اور اسلامی ماہرین قانون کے نزدیک مروجہ پیشہ وکالت شرعاً جائز نہیں ہے۔

پیشہ وکالت کا متبادل نظام :

جن علماء وفقہاء اور اسلامی ماہرین قانون نے متعارف پیشہ وکالت کے مکمل خاتمے پر زور دیا ہے انہوں نے اس کا متبادل نظام بھی پیش کیا ہے۔ یہاں مختصراً اس مسئلے کے چند پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا۔

مولانا مودودی نے مفتی کے منصب کے احیاء پر زور دیا ہے، بتصریح ابوالاعلیٰ مودودی:

''پچھلی دس بارہ صدیوں میں آدھی سے زیادہ دنیا پر مسلمانوں نے حکومت کی ہے اور کہیں اس کے نظام عدالت میں اس قانونی پیشے کا ہمیں نشان نہیں ملتا۔ اس کے بجائے ہمارے ہاں مفتی کا منصب تھا اور اب ہمیں اسی کو تازہ کرنا چاہیئے۔ قدیم زمانے میں مفتی زیادہ تر اپنی روزی کسی ازاد کاروبار سے کماتے تھے اور لوگوں کو فتویٰ بلامعاوضہ دیا کرتے تھے۔ آج کی بڑھی ہوئی ضروریات کے مطابق ایک کافی تعداد میں ماہرین قانون ـــــ جن میں مخصوص شعبہائے قانون کے اختصاصی ماہرین بھی شامل ہوں۔ سرکاری طور پر مقرر کردیے جائیں اور ان کو پبلک کے خزانے سے معقول تنخواہیں دی جائیں۔ اس کے پاس فریقین کا جانا اور ان کی کچھ ''خدمت'' کرنا قانوناً ممنوع ہو اور اسی طرح حکومت کو بھی ان کی رائے پر اثر ڈالنے کا کوئی حق نہ ہو۔۔۔۔۔ عدالتیں خود حسب موقع ان ماہرین کے پاس مقدمات کی روداد بھیجا کریں اور ان سے رائے لے لیں''۔ (۲۰)

موصوف آگے رقمطراز ہے:

''رہا یہ سوال کہ اگر مقدمات کو ضابطہ کے مطابق تیار کر کے عدالتوں کے سامنے پیش کرنے والے صاحب فن لوگ موجود نہ ہوں تو اہل مقدمات کو بڑی پریشانیاں لاحق ہوں گی اور وہ طرح طرح کے بے ضابطہ طریقوں سے اپنے معاملات پیش کر کے عدالتوں کو بھی پریشان کریں گے، تو اس کا حل یہ ہے کہ ہم اس کے لئے مختاری کے اس پرانے طریقہ کو زندہ کریں جو ہماری عدالتوں میں پہلے رائج تھا۔ ہمارے لاء کالجوں کے ساتھ ایسی ضمنی کلاسیں بھی ہونی چاہیں جن میں متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کو صرف قانون ضابطہ Prosedural Law پڑھایا جائے اور عملاً عدالتی طریق کار سے واقف کرادیا جائے۔ ان لوگوں کا کام محض یہ ہونا چاہئے کہ ایک مقدمہ کو ضابطہ کی صورت دے کر عدالت کے سامنے پیش کرنے کے قابل بنادیں اور مختلف مراحل پر اہل مقدمات کو عدالتی طریق کار بتاتے رہیں۔ یہ لوگ اگر فیس لے کر پریکٹس کریں تو اس سے وہ خرابیاں رونما نہیں ہوسکتیں جو پیشہ وکالت سے رونما ہوتی ہیں''۔ (۲۱)

پس طبقہ دوم کے علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چونکہ برصغیر میں پہلی دفعہ انگریزوں نے پیشۂ قانون وجود میں لایا تھا۔ جب انگریزوں نے زمام اقتدار مغل تاجروں کے ہاتھوں سے چھین لی تو انہوں نے نیا عدالتی نظام وضع کیا۔ قبل ازیں سواتین صدیوں سے اسلامی قوانین برصغیر میں رائج چلے آرہے تھے۔ جن میں متعارف پیشۂ وکالت کا وجود نہیں تھا اس لئے وہ مروجہ پیشۂ وکالت کے خاتمے پر زور دیتے ہیں۔

تجاویز:

۱۔ پیشۂ وکالت کی اصلاح یا انسداد سے متعلق ہر دو طبقات نے جو تجاویز و سفارشات پیش کی ہیں قابل قدر ہیں۔ ان سے استفادہ ناگزیر ہے۔ علاوہ ازیں ایک تجویز یہ بھی ہے کہ امت مسلمہ کے جید علماء و فقہاء آئمہ مجتہدین اور اسلامی ماہرین قانون اجتماعی طور پر اجتہاد کے ذریعے اس مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو متبادل نظام پیش کیا جائے گا وہی قابل اعتبار ہوگا۔ نیز اس سلسلے میں ان جدید ماہرین قانون سے بھی مشاورت کی جاسکتی ہے جو مخلص اور پرہیزگار مسلمان ہوں۔

۲۔ اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کی غرض سے مختلف مسلم ممالک میں مروج نظام ہائے عدالت اور ان کے تجربات سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

ماحصل:

میں نے اپنے تحقیقی مقالہ میں پیشۂ وکالت کی شرعی حیثیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وکالت کی دو بڑی قسمیں ہیں یعنی (۱) وکالت قبضہ اور (۲) وکالت خصومت۔ وکالۃ بالخصومہ سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نالش کرنے اور حق ثابت کرنے کے لئے کسی شخص کو اپنا وکیل مقرر کردے تو ایسے وکیل کو وکیل خصومت (Agent in Suit or Attornery in Litigation) کہتے ہیں۔ وکالۃ بالخصومہ کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) پیشہ ورانہ وکالت اور (۲) غیر پیشہ ورانہ وکالت قسم دوم یعنی غیر پیشہ ورانہ وکالت کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔ اس قسم کی وکالت کی تفصیل یہ ہے مثلاً اگر کوئی شخص خود اپنے حق کے وصول کرنے کی کارروائی نہیں کرسکتا تو وہ کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے یعنی اپنی جگہ کسی رشتہ دار، دوست یا کسی بااعتماد خیرخواہ کو وکالت

کی ذمہ داری سونپ سکتا ہے۔ اس طرح کی وکالت سے متعلق علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وکالت خصومت کی دوسری صورت پیشہ ورانہ وکالت ہے جو تمام علماء اور ماہرین قانون کے نزدیک ناپسندیدہ ہے بعض علماء اس کی اصلاح کے قائل ہیں جبکہ بعض نے اس کے انسداد پر زور دیا ہے اور اس کا متبادل نظام بھی پیش کیا ہے۔ محقق کے خیال میں یہ نہایت اہم عصری مسئلہ ہے۔ اس کا حل یوں تلاش کیا جا سکتا ہے کہ امت مسلمہ کے جید علماء وفقہاء اور آئمہ مجتہدین کے سامنے اس مسئلے کو پیش کیا جائے تا کہ ان سب کا اس پر اجماع ہو۔ چنانچہ متفقہ طور پر اجتہاد کے ذریعے جو فیصلہ کیا جائے گا وہی قابل اعتبار اور شرعی حجت ہوگا۔

حوالہ جات:

۱۔ القرآن ۴ : ۳۵ ؛ القرآن ۱۸:۱۹

۲۔ البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ء)، الجامع الصحیح، کتاب الوکالة

۳۔ إبن الهمام السوسی الإسکندری، محمد بن همام الدین عبدالوحید بن عبدالحمید (م ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء)، فتح القدیر فی شرح الهدایة، دارالفکر، بیروت، لبنان، ت ن، ۷ / ۴۹۹

۴۔ الکاسانی، أبوبکر بن مسعود (م ۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء)، کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ، ۶/۲۲

۵۔ القرآن ۴:۱۰۵

۶۔ رپورٹ اسلامی نظام عدل، اسلام آباد، ۲۶ فروری ۱۹۸۴ء، ص ۷۷

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً، ص ۷۸

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً، ص ۷۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۸۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۸۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۱۳۔۱۱۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۱۵

۱۶۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سید (م ۱۹۷۸ء)، السلامی قانون، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور، جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۶۶۔۶۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۶۷۔۶۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۶۵۔۶۶

۱۹۔ تھانوی، مولانا ظفر احمد، اعلاء السنن، م ن، ۱۸ جنوری ۱۹۸۴، ۳۱۳/۱۵

۲۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی قانون، ص ۶۸۔۶۹

۲۱۔ ایضاً، ص ۶۹۔۷۰